مزارعت کی شرعی حیثیت

محمد طاسین

وجوہ ترجیح کے نقطہ نظر سے جب ہم ان احادیث کا جائزہ لیتے ہیں تو عدم جواز والی احادیث میں دس وجوہ ترجیح ایسی نظر آتی ہیں جو حدیث خیبر میں نہیں پائی جاتیں ، اول یہ کہ حدیث خیبر میں مزارعت کے جواز کی تصریح نہیں بلکہ ایک مبہم احتمال ہے جبکہ اس کے بالمقابل عدم جواز والی احادیث میں مزارعت کے عدم جواز کی واضح تصریح ہے، دوم یہ کہ حدیث خیبر بلحاظ واقعہ ایک حدیث ہے جب کہ عدم جواز والی حدیث متعدد واقعات سے تعلق رکھنے کی وجہ سے متعدد احادیث ہیں، سوم یہ کہ حدیث خیبر ایک فعلی حدیث ہے، اور اس کے بالمقابل عدم جواز والی احادیث قولی ہیں، چہارم یہ کہ حدیث خیبر خاص ہے جب کہ عدم جواز والی احادیث عام ہیں، پنجم یہ کہ حدیث خیبر کا مدلول جزی ہے جبکہ عدم جواز والی احادیث کا مدلول ایک قاعدہ کلیہ اور قانون کلی ہے، ششم یہ کہ حدیث خیبر مزارعت کی اباحت پر دلالت کرتی ہے حالانکہ عدم جواز والی احادیث اس کی تحریم پر دلالت کرتی ہیں، ہفتم یہ کہ حدیث خیبر کے راویوں کا عمل اور فتویٰ اس کے خلاف ہے جبکہ عدم جواز والی احادیث کے راویوں کا عمل و فتویٰ ان کے موافق ہے، ہشتم یہ کہ مزارعت کے عدم جواز والی احادیث میں زجر و تہدید ہے یعنی مزارعت کو ترک نہ کرنے والوں کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرنے کی سخت دھمکی ہے جبکہ حدیث خیبر میں ایسی کوئی چیز نہیں، نہم یہ کہ عدم جواز والی احادیث قرآن حکیم کے اس اصولی تصور کے مطابق ہیں جو اس نے معاشی معاملات کے جواز و عدم جواز کی بابت پیش کیا ہے جبکہ حدیث خیبر اس کے مطابق نہیں، دھم یہ کہ عدم جواز والی احادیث

قیاس کے مطابق ہیں جبکہ حدیث خیبر قیاس کے مطابق نہیں جب اس کو مزارعت پر محمول کیا جائے، عدم جواز والی احادیث میں بمقابلہ جواز والی حدیث خیبر کے ترجیح کی اور وجوہ بھی ہیں لیکن طوالت سے بچتے ہوئے میں صرف انہی مذکورہ دس وجوہ پر اکتفاء کرتا ہوں، اس سے یہ بخوبی ثابت ہوجاتا ہے کہ حدیث خیبر مرجوح اور اس کے بالمقابل مزارعت کے عدم جواز والی احادیث راجح اور زیادہ قابل اعتماد ہیں ،

حدیث خیبر پر تفصیلی بحث کے بعد اب اس دوسری حدیث کو لیجئے جو مزارعت کے جواز میں پیش کی جاتی ہے اس دوسری حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جس کو عبداللہ بن عباس سے طاءوس نے روایت کیا ہے اور جس کو میں پیچھے عبداللہ بن عباس کی احادیث میں نقل کرچکا ہوں اور اس پر کچھ بحث، حدیث خیبر کی بحث میں بھی آچکی ہے، لیکن اب اس پر کسی قدر تفصیل سے بحث کی جائے گی کیونکہ جواز مزارعت میں اس کو بڑی اهمیت دی جاتی اور اس پر زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے، اس سلسلہ میں ضروری ہے کہ پہلے اس اضطراب اور اختلا ف کو واضح کیا جائے جو اس کے متن میں پایا جاتا ہے، علامہ ابو بکر الحازمی نے اس کے بارے میں لکھا ہے :

هذا حديث له طرق وفيه اختلاف الفاظ لايمكن حصرها في هذا المختصر، ص ۱۸۱ - كتاب الاعتبار،	یہ ایسی حدیث ہے جس کے متعدد طرق ہیں اور اس کے الفاظ میں جو اختلاف ہے اس مختصر کتاب میں اس کا حصر ممکن نہیں ۔

مندرجہ ذیل روایات سے اس اختلاف و اضطراب کا کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔

عن عمر و بن دينار قال قلت لطاؤس لوتركت المخابرة فانهم يزعمون	عمر بن دینار سے روایت ہے کہا کہ میں نے طاؤس سے عرض کیا کہ آپ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیٰ عنہا، فقال ان اعلمہم یعنی ابن عباس اخبرنی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم ینہ عنہا وقال لان یمنح احدکم اخاہ خیر لہ من ان یاخذ علیہا خراجا معلوماً، بخاری، ابو داؤد ، ابن ماجہ، مسند احمد۔

مخابرہ کو چھوڑ دیتے تو اچھا ہوتا کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ نبی صلعم نے اس سے روکا ہے، تو طاؤس نے جواب میں کہا کہ ان سے زیادہ علم والے یعنی ابن عباس نے مجھے بتلایا ہے کہ نبی صلعم نے اس سے نہیں روکا، اور کہا تم میں سے ایک کا اپنے بھائی کو مفت زمین دے دینا بہتر ہے بمقابلہ اس کے کہ وہ اس پر متعین معاوضہ وصول کرے۔

عن طاؤس عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یحرم المزارعة ولکن امر ان یرفق بعضہم ببعض، وفی روایة ولکن اراد ان یرفق بعضہم ببعض ص ۲۳۸، جامع الترمذی۔

طاؤس نے ابن عباس سے روایت کیا کہ نبی صلعم نے مزارعت کو حرام نہیں ٹھیرایا لیکن حکم دیا کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ نرمی برتیں اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے چاہا کہ بعض بعض کے ساتھ نرمی کریں۔

عن مجاہد قال اخذت بید طاؤس فادخلتہ الی ابن رافع بن خدیج، فحدثہ عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیٰ عن کراء الارض، فابیٰ طاؤس وقال سمعت ابن عباس لایریٰ بذالك بأساً، ص سنن النسائی،

مجاہد سے مروی ہے کہا کہ میں نے طاؤس کا ہاتھ پکڑا اور رافع بن خدیج کے بیٹے کے پاس لے گیا اس نے اپنے باپ سے حدیث بیان کی کہ نبی صلعم نے کراءالارض سے منع فرمایا ہے، تو طاؤس نہ

مانا اور کہا میں نے ابن عباس سے سنا ہے کہ وہ اس میں کچھ کچھ حرج نہیں دیکھتے تھے،

عن عمرو بن دینار عن طاؤس عن ابن عباس انه لما سمع اکثار الناس فی کراء الارض قال سبحان الله، انما قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الامنحها احدکم اخاه ولم ینه عن کراءها،
ص ۱۷۹ - ابن ماجه،

عمرو بن دینار نے طاؤس سے، اس نے ابن عباس سے روائت کیا کہ انہوں نے جب سنا کہ لوگ کراء الارض کے بارے میں بہت بحث کر رہے ہیں تو تعجب سے سبحان الله کہا، اور فرمایا کہ رسول الله صلعم نے تو صرف یہ فرمایا کہ کیوں نہیں مفت دے دیتا اپنی زمین تم میں ایک اپنے بھائی کو، اور آپ‌ص نے کراءالارض سے نہیں منع فرمایا،

عن عمرو بن دینار قال کان طاؤس یکره ان یواجر ارضه بالذهب والفضة و لایری بأسا بالثلث و الربع، فقال له مجاهد اذهب الی ابن رافع بن خدیج فاسمع حدیثه عن ابیه، فقال لو اعلم ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عنه لم افعله و لکن حدثنی من هو اعلم منه ابن عباس، ان رسول الله صلی الله علیه وسلم انما قال لان یمنحها احد

عمرو بن دینار سے روائت ہے کہا طاؤس اس کو ناجائز سمجھتے تھے کہ اپنی زمین سونے چاندی کے عوض اجارے پر دیں، لیکن تہائی اور چوتھائی پر دینے میں کچھ حرج نہ دیکھتے تھے، مجاهد نے ان سے کہا آپ رافع بن خدیج کے بیٹے کے پاس چلئے اور اس سے اس کے باپ کی روائت کردہ حدیث سنیئے، اس

اه خير له من ان يأخذ عليها خراجا
ص ١٣٢ - ج ٢ - سنن النسائي

پر طاؤس نے کہا کہ اگر میں
جانتا کہ رسول اللہ صلعم نے اس
سے روکا ہے تو میں اس کو نہ کرتا
لیکن مجھ سے بیان کیا ہے اس نے
جو اس سے زیادہ علم والا ہے یعنی
ابن عباس نے کہ رسول اللہ صلعم
نے صرف یہ فرمایا کہ اپنے بھائی
کو زمین بلامعاوضہ دے دینا بہتر
ہے بنسبت اس کے کہ اس پر اس
سے پیداوار وغیرہ کی شکل میں کچھ
لیا جائے

آپ نے دیکھا کہ اس حدیث کے الفاظ میں کتنا اختلاف ہے حالانکہ
اصل کے اعتبار سے یہ ایک ہی حدیث ہے لیکن اس اختلاف سے ایسا
ہوتا ہے کہ گویا یہ متعدد احادیث ہیں، میں سمجھتا ہوں ان الفاظ
سے یہ الفاظ کہ ''لان یمنح احدکم اخاہ خیر له من ان یأخذ علیها خراجا
أ'' تو کچھ تغیر کے ساتھ رسول اللہ صلعم کے ہیں کیونکہ یہ الفاظ دوسرے
ٔ کرام کی احادیث میں بھی موجود ہیں، اور ان کے سوا جو اور الفاظ
ان میں سے کچھ ابن عباس کے اور زیادہ طاؤس کے ہیں، طاؤس نے ابن
کے مطلب کو اپنی سمجھ کے مطابق وقتاً فوقتاً مختلف الفاظ سے ادا کیا
ہ بھی ممکن ہے کہ اس اختلاف میں نیچے کے راویوں کا بھی کچھ حصہ
بہر حال ابن عباس کی اس زیر بحث حدیث سے اتنا ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ
ت حرام نہیں لہذا اس حدیث کا ان احادیث سے کھلا تعارض ہے جو
ت کی تحریم پر دلالت کرتی ہیں جیسے حضرت جابر وغیرہ کی احادیث،

تو پھر آئیے اب یہ دیکھیں کہ مسلمہ وجوہ ترجیح کی بنا پر ان میں سے کون راجح اور کون مرجوح ہے۔

چنانچہ ترجیح کے نقطہ نظر سے جب ہم ان متعارض احادیث کا جائزہ لیتے ہیں تو بمقابلہ اس حدیث کے جو مزارعت کی عدم تحریک پر دلالت کرتی ہے ان احادیث میں متعدد وجوہ ترجیح نظر آتی ہیں جو اس کی تحریم پر دلالت کرتی ہیں، مثلاً تخدیم والی احادیث کے لئے ایک وجہ ترجیح یہ ہے کہ وہ اپنے اصل کے لحاظ سے متعدد ہیں اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کرنے والے صحابہؓ کرام کی تعداد کم از کم سات ہے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں، حضرت جابر، حضرت ابوھریرۃ، حضرت زید بن ثابت، حضرت ثابت بن الضحاک، حضرت عائشہ، حضرت انس، حضرت رافع بن خدیج، جب کہ عدم تحریم والی ابن عباس کی یہ حدیث اپنے اصل کے لحاظ سے ایک ہے اور اس کو رسول اللہ صلعم سے روائت کرنے والے صرف ابن عباس ہیں، دوسری وجہ ترجیح یہ کہ تحریم والی احادیث کو صحابہؓ کرام سے روائت کرنے والے تابعین کی تعداد دس سے زیادہ ہے جن کے نام یہ ہیں: حضرت نافع، حضرت سالم بن عبد اللہ، حضرت عمر بن دینار، حضرت مجاھد، حضرت سعید بن المسیب، حضرت سلیمان بن یسار، حضرت ابو النجاشی، حضرت عبداللہ بن مغفل، حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت سعید بن میناء، حضرت ابوالزبیر المکی، حضرت حنظلۃ بن قیس اور حضرت ابو سلمہ وغیرہ، جب کہ جواز والی ابن عباس کی اس حدیث کو حضرت ابن عباس سے صرف ایک تابعی روائت کرتا ہے جس کا نام حضرت طاؤس بن کیسان الیمنی ہے، اصطلاحی الفاظ میں مطلب یہ کہ ابن عباس کی یہ حدیث خبر واحد ہے اور اس کے بالمقابل احادیث، خبر مشھور ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ خبر مشھور کو خبر واحد پر ترجیح حاصل ھوتی ہے، تیسری وجہ ترجیح تحریم والی احادیث کے لئے یہ ہے کہ یہ نصاً اور قولاً رسول اللہ صلی

الله علیہ وسلم کی طرف منسوب ھیں جب کہ عدم تحریم والی ابن عباس کی یہ حدیث استدلالاً واجتہاداً رسول اللہ صلعم کی طرف منسوب ھے جیسے کہ ''امر اور أراد،، کے الفاظ سے ظاھر ھوتا ھے، چوتھی وجہ ترجیح تحریم والی احادیث کے لئے یہ ھے کہ وہ ایک چیز کی تحریم اور حذر پر دلالت کرتی ھیں جب کہ ابن عباس کی یہ حدیث اس چیز کی اباحت پر دلالت کرتی ھے، پانچویں وجہ ترجیح یہ کہ تحریم والی احادیث میں زجر و تہدید کے الفاظ ھیں: ''فلیؤذن بحرب من اللہ و رسولہ،، حالانکہ ابن عباس کی اس حدیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں، چھٹی وجہ ترجیح یہ کہ تحریم والی احادیث سے تحریم کا اثبات مفہوم سوافق سے ھوتا ھے جب کہ ابن عباس کی اس حدیث سے عدم تحریم کا اثبات مفہوم مخالف سے کیا گیا ھے، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ سے کہ ''تم میں سے کسی کا اپنی زمین اپنے بھائی کو مفت بلا معاوضہ دے دینا بہتر ھے بنسبت اس کے کہ اس پر کچھ معاوضہ وصول کرے،، یہ مطلب نکالنا کہ مزارعت حرام نہیں، مفہوم مخالف پر اعتماد کرنا ھے، ساتویں وجہ ترجیح یہ کہ تحریم والی احادیث میں سے بعض کے راوی خود صاحب معاملہ ھیں یعنی وہ خود مزارعت کا معاملہ کرتے تھے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے پر انہوں نے وہ معاملہ ترک کردیا، جب کہ جواز والی اس حدیث کے راوی عبداللہ بن عباس صاحب معاملہ نہیں یعنی ان کا پیشہ مزارعت نہ تھا، آٹھویں وجہ ترجیح تحریم والی احادیث کے لئے یہ ھے کہ ان کے راویوں کا عمل اور فتویٰ اس کے خلاف ثابت نہیں، جبکہ عدم تحریم اور جواز والی اس حدیث کے راوی عبداللہ بن عباس کا فتویٰ اس کے خلاف ثابت ھے، طبرانی کی ایک روائت کے الفاظ یہ ھیں:

عن ابن عباس اذا اراد احدکم ان یعطی اخاہ ارضا فلیمنحھا ایاہ ولایعطہ بالثلث والربع،

عبداللہ بن عباس سے مروی ھے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو زمین دینا چاھے تو اسے بلا

معاوضه دے، تہائی اور چوتھائی
پیداوار پر نه دے،

نوویں وجه ترجیح تحریم والی احادیث کے لئے یه ہے کہ یه قرآن مجید کے اس اصولی تصور سے مطابق ہیں جو معاشی معاملات کے جواز و عدم جواز سے متعلق اس نے دیا ہے اور عدم تحریم والی یه حدیث اس کے مطابق نہیں، دسویں وجه ترجیح یه ہے کہ عدم جواز والی احادیث، مقتضائے عقل و قیاس کے موافق ہیں جبکه جواز والی یه حدیث اس سے مطابقت نہیں رکھتی،

علاوہ ازیں اس حدیث میں ایک کمزوری یه بھی ہے کہ عبداللہ بن عباس سے اس کے واحد راوی حضرت طاؤس جو اصلا ایرانی تھے اور پھر یمن میں سکونت اختیار کرلی تھی اگرچه ثقه ہیں لیکن مزارعت کے بارے میں ان کا جو رویه تھا اس کو تابعین میں سے بعض ممتاز حضرات اچھا نہیں سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ چونکه طاؤس نے خود یه معاملا کررکھا ہے یعنی مزارعت پر زمین دے رکھی ہے لہذا وہ اس کو جائز کہتے ہیں، مثلاً مجاهد کا یه قول جو حضرت حماد نے نقل کیا ہے :

عن حماد انه قال سألت مجاهداو سالما عن کراءالارض بالثلث و الربع فکر هاه و سألت عن ذالك طاؤسا فلم یربه بأسا، قال فذکرت ذالك لمجاهد وکان یشرفه و یوقره فقال انه یزارع،
ص ٢٦٢ - ج-٢ - طحاوی -

حماد سے روائت ہے کہ میں نے مجاهد اور سالم سے پوچھا زمین کو تہائی اور چوتھائی پر دینے کے متعلق تو انہوں نے اس کو ناجائز بتلایا، اور میں نے اس کے متعلق طاؤس سے پوچھا تو اس نے کہا اس میں کچھ حرج نہیں، پھر میں نے یه مجاهد سے ذکر کیا تو اس نے

کہا حالانکہ وہ طاؤس کی عزت و
تکریم کرتے تھے، اس لئے کہ وہ
یعنی طاؤس خود مزارعت کا معاملہ
کرتے ہیں،

اسی طرح کا ایک قول ابراھیم النخعی سے بھی منقول ہے جس کو سند کے ساتھ امام محمد نے کتاب الآثار میں ذکر کیا ہے :

عن محمد قال اخبرنا ابو حنیفة عن حماد انه سأل طاوسا عن الزراعة بالثلث او الربع، فقال لابأس به فذکرت ذالك لابراهیم فکرهه، فقال ان طاوسا له ارض یزارعه فمن اجل ذالك قال ، باب المزارعة ۔ کتاب الآثار۔

امام محمد سے روائت ہے کہا کہ مجھ سے امام ابو حنیفہ نے بیان کیا حماد سے نقل کرتے ہوئے کہ اس نے طاؤس سے تہائی یا چوتھائی پر مزارعت کے متعلق پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں، پھر میں نے طاؤس کی یہ بات ابراھیم سے ذکر کی تو اس پر اس نے ناگواری کا اظہار کیا اور فرمایا کہ چونکہ طاؤس نے اپنی زمین مزارعت پر دے رکھی ہے لہذا اس وجہ سے اس نے ایسا کہا،

ظاھر ہے کہ مجاھد اور ابراھیم کے مذکورہ قول میں طاؤس پر ایک طرح کا طنز ہے اور وہ طاؤس کے اس فعل کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے، کچھ اسی طرح کا اظہار عمر و بن دینار کے ان الفاظ سے بھی ھوتا ہے جو صحیحین کی مذکورہ بالا روایات میں ھیں وہ الفاظ یہ کہ قلت لطاؤس لو

ترکت المخابرۃ، میں نے طاؤس سے کہا کہ کاش آپ مخابرہ کو ترک دیتے، یا یہ کہ اگر آپ مخابرہ کو ترک کردیتے تو اچھا ہوتا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مزارعت کے متعلق طاؤس کے روئیے اور طرز عمل کو اچھا نہیں سمجھتے تھے ،اور اچھا نہ سمجھنے کی دلیل انہوں نے یہ پیش کی کہ فانھم یزعمون ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھیٰ عنہا، یعنی میں اس وجہ سے ایسا کہہ رہا ہوں کہ کئی صحابہ کرام اعتقاد کے ساتھ رسول اللہ صلعم سے روائت کرتے ہیں کہ آپ مخابرہ سے منع فرمایا، واضح رہے کہ زعم کے معنے یہاں شک والی بات کے نہیں ہیں بلکہ یقین والی بات کے ہیں، مجمع البحار میں لکھا ہے: یزعم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای یظن و یعتقد روایا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ٦٢ - ج ٢-

پھر عمر و بن دینار کے جواب میں طاؤس نے جو کچھ فرمایا اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا موقف نہایت کمزور ہے اور طرز استدلال میں کوئی خاص جان نہیں بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنے طرز عمل کو جائز ثابت کرنے کے لئے دلیل سے زیادہ عبداللہ بن عباس کی شخصیت کا سہارا لے رہے ہیں، مثلاً صحیح البخاری کی روائت کے مطابق سب سے پہلے طاؤس نے یہ فرمایا: ای عمرو انی اعطیھم و اعینھم، اے عمر میں ان کو عطیہ دیتا اور ان کی اعانت و امداد کرتا ہوں، ظاہر ہے کہ یہ چیز مزارعت کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ مزارعین کو ان کے مقررہ حصہ سے زیادہ دے دینے اور ان کی مالی اعانت و امداد کرنے سے مزارعت کی حقیقت نہیں بدل جاتی اور اس کے شرعی حکم پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا مطلب یہ کہ اگر معاملۂ مزارعت بنیادی طوز پر ایک ناجائز معاملہ ہے تو مالک زمین کاشتکار کو خواہ کتنا ہی کچھ کیوں نہ دے دے وہ معاملہ جائز نہیں ہوسکتا بلکہ ناجائز ہی رہتا ہے، اس کے بعد طاؤس نے جو دوسری بات فرمائی وہ یہ کہ

سهم یعنی ابن عباس اخبرنی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم ینہ عنہا،
انھوں نے عمر و بن دینار کو ان کی اس بات کا جواب دینے کی کوشش
ہو انہوں نے بطور دلیل کے پیش کی تھی وہ یہ کہ ''فانہم یزعمون
اللہ علیہ وسلم نہیٰ عنہا''، لیکن یہ جواب کچھ خاص تسلی بخش
، لئے کہ اس کی بنیاد دراصل طاؤس کے اس خیال پر ہے کہ عبداللہ
ان صحابہ رض کے مقابلہ میں زیادہ علم والے ہیں جو نہی مزارعت کی
رسول اللہ سے روائت کرتے ہیں اور یہ خیال درست نہیں، کیونکہ
سے طاؤس کی مراد وہ احادیث ہیں جو صحابہ اکرم نے رسول اللہ صلعم
اور یاد کرلیں اور علم کی زیادتی کا مطلب زیادہ احادیث کا معلوم
تو اس علم میں حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عباس سے بڑھے ہوئے
ان کا علم زیادہ ہے حالانکہ نہی مزارعت والی حدیث کو روائت کرنے
ں ابو ہریرہ بھی شامل ہیں اور دوسری بات یہ کہ اگر بالفرض اس کو
ہی کرلیا جائے کہ عبداللہ بن عباس کو بنسبت دوسرے صحابہ کے
نبویہ کا مجموعی طور پر زیادہ علم تھا تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے
کو ہر حدیث کا علم تھا، کتب حدیث شاہد ہیں کہ بے شمار احادیث
ہے صحابہ رض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنیں اور یاد کیں
ن عباس کو ان کا علم نہ تھا اور ہوتا بھی کیسے جب کہ حضور صلعم
کے وقت ان کی عمر صرف تیرہ سال بتلائی جاتی ہے گویا سن بلوغ کو
پہونچے تھے اور ان کے مقابلہ میں صحابہ رض کی کثیر تعداد ہے جن کو
سے زیادہ صحبت اور سماع کا موقع ملا، لہذا ہوسکتا ہے کہ حضرت
ضرت ابوہریرہ، حضرت زید بن ثابت اور حضرت رافع بن خدیج وغیرہ
ت حضرت ابن عباس کو زیادہ حدیثیں معلوم ہونے کے باوجود نہی
والی احادیث کا علم نہ ہو جیسا کہ ان کو دوسری بہت سی احادیث

کا علم نہ تھا، اسی طرح اگر عبداللہ بن عباس کو اعلمہم کہنے سے طاؤس کا مطلب یہ ہو کہ وہ مزارعت کے جواز و عدم جواز کے علم میں ان دوسرے صحابہ سے بڑھے ہوئے تھے جو نہی کی احادیث کو بیان کرتے تھے تو یہ بھی قرین قیاس نہیں کیونکہ عبداللہ بن عباس کا جس گھرانے سے تعلق تھا وہ زراعت پیشہ نہ تھا بلکہ تجارت پیشہ تھا لہذا اس مسئلے کا ان سے براہ راست کوئی تعلق نہ تھا جبکہ ان کے بالمقابل نہی مزارعت کی احادیث کو روائت کرنے والے صحابہ جیسے حضرت جابر، حضرت زید بن ثابت اور حضرت رافع بن خدیج اور ان کے چچا زراعت پیشہ لوگ تھے اور یہ مسئلہ ان کے گھر کا مسئلہ تھا اور اس کے ساتھ ان کا نفع و نقصان وابستہ تھا، اور اگر علم سے مراد فہم و تفقہ ہو تو یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کون فہم و تفقہ میں کیا درجہ رکھتا ہے لہذا اگر صاحب وحی کسی کے متعلق یہ فرمادے کہ وہ فہم و تفقہ میں سب سے بڑھا ہوا ہے تو اس کا اعتبار ہو سکتا ہے لیکن صاحب وحی کی کسی حدیث میں یہ ذکر نہیں کہ عبداللہ بن عباس باقی صحابہرض سے اعلم یعنی زیادہ تفقہ اور سمجھ والے ھیں، ان کے حق میں رسول اللہ صلعم کی یہ جو دعا ہے کہ اللہم فقہه فی الدین، اس سے یہ تو ثابت کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالی نے ان کو تفقہ فی الدین سے نوازا تھا لیکن یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ دیگر تمام صحابہ سے افقہ اور ہر معاملہ میں میں زیادہ سمجھدار تھے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پہلے خود صحابہ، پھر تابعین اور پھر آئمہ مجتہدین ہر مسئلے اور ہر معاملے میں عبداللہ بن عباس کی رائے کو دوسروں کی رائے پر ترجیح دیتے اور اس کے مطابق فیصلے کرتے حالانکہ کتب حدیث و فقہ میں ھمیں نظر آتا ہے کہ بکثرت مسائل میں انہوں نے عبداللہ بن عباس کی روائت اور رائے کو ترک اور دوسرے صحابہ کی روایات اور آراء کو اختیار کیا، علاوہ ازیں ایک حدیث نبوی میں اس کی تصریح ہے کہ قضا کے فہم میں حضرت علی، حلال و حرا کے فہم و علم میں حضرت معاذ بن جبل

اور فرائض و میراث کے علم میں زید بن ثابت سب سے بڑھے ہوئے ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ عبداللہ بن عباس کا علم مذکورہ مسائل میں ان حضرات سے کم تھا، لہذا طاؤس کا مذکورہ قول اس کے اپنے خیال کے مطابق درست ہو تو ہو لیکن حقیقت واقعہ کے لحاظ سے درست نہیں چنانچہ جب بنیاد ہی مضبوط نہیں تو اس بنیاد پر طاؤس کا دوسرے صحابہ کی احادیث پر ابن عباس کی حدیث کو ترجیح دینا کیسے قابل قبول ہوسکتا ہے، نتیجہ یہ کہ طاؤس کا وہ جواب جو اس نے عمر و بن دینار کی دلیل کو ٹھکرانے اور اپنے موقف کو جائز ثابت کرنے کے لئے دیا ہے درست معلوم نہیں ہوتا، اور پھر نہایت عجیب بات یہ ہے کہ طاؤس ابن عباس سے اس بارے میں جو حدیث روایت کرتے ہیں اس میں اس کی تصریح ہے کہ ایک مسلمان کے لئے خیر اور بہتر یہ ہے کہ وہ اپنی فاضل زمین اپنے بھائی کو منحہ کے طور پر بلامعاوضہ دے مزارعت پر نہ دے اور خود اس خیر اور بہتر کو اختیار نہیں کرتے اور مزارعت کے کاروبار کو نہیں چھوڑتے، اس سے بجا طور پر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ مزارعت کے متعلق حضرت طاؤس کا رویہ غیر محتاط اور مخدوش تھا، حالانکہ نقظ لگان پر زمین دینے کو وہ بھی حرام کہتے تھے جیسا کہ بہت محدثین نے بیان کیا ہے حالانکہ ابن عباس کی مذکورہ حدیث سے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ زمین پر سونے چاندی کی صورت میں نقد لگان لینا حرام ہے لہذا ظاہر ہے کہ وہ اس بارے میں دوسرے صحابہ کی احادیث پر اعتماد کرتے ہیں،

الغرض جواز مزارعت سے متعلق عبداللہ بن عباس کی مذکورہ بالاحدیث جس کو عبداللہ بن عباس کے شاگردوں میں سے صرف طاؤس روائت کرتے ہیں، متعدد وجوہ ترجیح کی بنا پر ان احادیث کے مقابلہ میں مرجوح اور ناقابل استدلال ہے جو عدم جواز مزارعت سے متعلق صحابہ کرام کی ایک جماعت سے مروی ہیں ،

تطبیق و توفیق کا طریقہ :

ترجیح کے طریقہ پر احادیث مزارعت کا مفصل جائزہ پیش کرنے کے بعد اب وقت آیا ہے کہ جمع و تطبیق کے طریقہ سے ان احادیث کا جائزہ لیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ ان کے مابین جمع و تطبیق کی کوئی صورت نکل سکتی ہے یا نہیں اور اگر نکل سکتی ہے تو وہ کیا ہے ؟

لیکن قبل اس کے کہ زیر بحث متعارض کو جمع و تطبیق کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ متعارض احادیث میں تطبیق و توفیق کی ہر صورت صحیح نہیں ہوتی بلکہ صرف وہی صورت صحیح ہوتی ہے جس میں ایک تو متعارض احادیث کی مساویانہ حیثیت برقرار رکھی گئی ہو کیونکہ دو حدیثوں کو متعارض ماننے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ دونوں استنادی حیثیت سے مساوی درجہ کی ہیں اور ان میں سے کسی کو کسی پر کوئی ترجیح نہیں، لہذا جمع و تطبیق کی ہر وہ صورت غلط قرار پاتی ہے جس میں متعارض احادیث میں سے ایک کو بلا کسی خارجی دلیل کے بعینہ اپنی حالت پر برقرار رکھا گیا اور دوسری میں تأویل کرکے اس کے مطابق بنایا گیا ہو کیونکہ ایسی صورت میں ان کی مساویانہ حیثیت قائم نہیں رہتی اور ایک کو دوسری پر بلا کسی مرجح کے ترجیح ہو جاتی ہے، جو عقلاً غلط ہے، دوم یہ کہ متعارض احادیث کے مابین جس بنیاد پر تطبیق و توفیق پیدا کی جائے اس کا ثبوت ان دو متعارض احادیث میں سے کسی سے نہیں ہونا چاہئیے بلکہ ان دو کے علاوہ کسی تیسری دلیل سے ہونا چاہئیے لہذا جمع و تطبیق کی ہر وہ صورت غلط قرار پاتی ہے جس میں متعارض احادیث میں سے ایک کو تطبیق کی بنیاد بنا یا گیا ہو کیونکہ اس صورت میں بھی ان کی مساویانہ حیثیت قائم نہیں رہتی اور ترجیح بلا مرحج لازم آتی ہے جو غلط ہے ، مطلب یہ کہ اگر کسی تیسری دلیل مثلاً کسی قرآنی نص سے یا مشاهدے یا عقل سے ایک بات

ثابت ہوتی ہو اور وہی بات ان متعارض احادیث میں سے ایک سے ثابت ہوتی ہو تو ایسی صورت میں اس حدیث کو اپنی حالت پر برقرار رکھ کر اور دوسری میں تاویل کرکے اس کے مطابق و موافق بنایا جائے تو تطبیق و توفیق کی یہ صورت صحیح ہے کیونکہ اس صورت میں ایک متعارض حدیث کو دوسری پر ترجیح دینے کے لئے تیسری دلیل موجود ہوتی ہے لہذا ترجیح بلا مرجح لازم نہیں آتی ،

اسی طرح ایک صحیح تطبیق کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جس تاویل کے ذریعے متعارض احادیث میں تطبیق پیدا کی گئی ہو اس تاویل کی احادیث کے الفاظ میں گنجائش پائی جاتی ہو، چنانچہ اگر وہ تاویل ایسی ہو کہ حدیث کے الفاظ اس کے متحمل نہ ہوں بلکہ اس کا انکار کررہے ہوں تو نہ وہ تاویل صحیح ہوگی اور نہ اس پر مبنی تطبیق و توفیق ،

واضح رہے کہ اب تک احادیث مزارعت کے مابین جمع و تطبیق کی جو شکلیں تجویز کی گئی ہیں وہ دو ہیں، پہلی شکل یہ کہ جواز والی حدیث میں جواز سے مراد مطلق مزارعت کا جواز ہے اور عدم جواز والی احادیث میں عدم جواز سے مراد مطلق مزارعت کا عدم جواز نہیں بلکہ اس کی بعض فاسد شکلوں کا عدم جواز ہے لہذا اس تطبیق کی بنیاد گویا اس امر پر ہے کہ مزارعت فی نفسہ اور بنیادی طور پر ایک جائز معاملہ ہے البتہ اس کی بعض شکلیں خارجی مفاسد کی وجہ سے ناجائز ہیں، اور جمع و تطبیق کی دوسری شکل یہ کہ جواز والی حدیث میں جواز سے مراد یہ ہے کہ مزارعت حرام نہیں اور عدم جواز والی احادیث میں عدم جواز کا مطلب یہ ہے کہ مزارعت ایک ناپسندیدہ، غیر مستحسن اور مکروہ معاملہ ہے جس کا نہ کرنا، کرنے سے بہتر ہے، لہذا اس تطبیق کی بنیاد اس پر ہے کہ مزارعت کی ہر شکل کراہیت کے ساتھ جائز ہے ،

لیکن غور سے دیکھا جائے تو صحت و عدم صحت کے مذکورہ معیار کے مطابق جمع و تطبیق کی یہ دونوں شکلیں صحیح نہیں کیونکہ ان میں وہ

شرائط نہیں پائی جاتیں جو جمع و تطبیق کی صحت کے لئے ضروری ہیں، مثلاً پہلی شکل کو لیجئے اس میں ایک خرابی یہ ہے کہ متعارض احادیث کی مساویانہ حیثیت برقرار نہیں رہتی جو ان کو متعارض مان کر تسلیم کی گئی تھی، وہ اس طرح کہ تطبیق کی اس شکل میں جواز والی حدیث خیر تو جوں کی توں اپنی حالت پر برقرار رہتی ہے لیکن عدم جواز والی احادیث تاویل کے ذریعے بدل جاتی ہیں لہذا اس حدیث خیبر کے لئے ترجیح بلا مرجح لازم آتی ہے، دوسری خرابی تطبیق کی اس شکل میں یہ ہے کہ اس کی بنیاد جس مفروضے پر ہے وہ یہ کہ مزارعت بنیادی طور پر ایک جائز معاملہ ہے اور اس کے ثبوت میں حدیث خیبر پیش کی جاتی ہے جو متعارض احادیث میں سے ایک ہے، اس سے بھی حدیث خیبر کو عدم جواز والی احادیث پر بلا کسی مرجح کے ترجیح لازم آتی ہے جو عقلاً غلط ہے، تیسری خرابی اس شکل میں یہ ہے کہ اس میں عدم جواز والی احادیث میں جو تاویل کی گئی ہے یعنی یہ کہ عدم جواز سے مراد مزارعت کی تمام شکلوں کا عدم جواز نہیں بلکہ اس کی بعض فاسد شکلوں کا عدم جواز ہے جو جہالت کی وجہ سے باہمی نزاع کا باعث بنتی ہیں، اس تاویل کی عدم جواز والی بعض احادیث میں تو گنجائش ہے لیکن بیشتر احادیث میں ہرگز کوئی گنجائش نہیں بلکہ ان کے الفاظ اس تاویل کا انکار کرتے ہیں، جیسے حضرت جابر، حضرت ابو ہریرۃ، حضرت زید بن ثابت اور حضرت رافع بن خدیج کی احادیث کے حسب ذیل الفاظ:

(١) من کانت له ارض فلیزر عہا او یزر عہا اخاہ ولا یکریہا بالثلث ولا بالربع ولا بطعام مسمی،	جس کی زمین ہو وہ اس کو خود کاشت کرے یا پھر اپنے بھائی کو کاشت کے لئے دے دے، اور اس زمین کو تہائی اور چوتھائی پیداوار اور مقررہ مقدار میں غلہ پر نہ دے،

(۲) اذا کانت لاحدکم ارض فلیزرعها و لیزرعها اخاه فان لم یفعل فلید عها ولا یکریها بشیئی ،

جب تم میں سے کسی کی زمین هو تو وہ اس کو خود کاشت کرے یا اپنے بھائی کو یونہی کاشت کے لئے دے دے، اگر ایسا نہیں کرتا تو پھر اس کو چھوڑ دے اور کسی چیز کے بدلے کرائے پر نہ دے،

(۳) نہانا ان نحاقل بالارض فنکر یہا علی الثلث و الربع والطعام المسمی و امر رب الارض ان یزرعها او یزرعها و کره کراءها و ماسوی ذالك ،

رسول اللہ صلعم نے ہمیں زمین کو محاقلہ پر دینے سے روکا یعنی یہ کہ ہم اس کو کرائے پر دیں بعوض تہائی یا چوتہائی پیداوار اور مقرر مقدار غلہ کے، اور زمین والے کو حکم دیا کہ وہ اس کو خود کاشت کرے یا دوسرے کو یونہی کاشت کے لئے دےدے، اور زمین کو کرائے وغیرہ پر دینے کی تمام شکلوں کو ناجائز بتلایا ،

(۴) فلا تفعلوا، ازرعوها، او ازرعوها او اسکوها،

مزارعت وغیرہ کا معاملہ نہ کرو، زمین کو یا خود کاشت کرو، یا دوسرے کو بلامعاوضہ کاشت کے لئے دے دو، یا پھر اپنے پاس روک رکھو،

(۵) انما یزرع ثلاثة رجل له ارض فهو یزرعها و رجل منح ارضا فهو یزرع ما منح و رجل استکری ارضا بذهب او فضة ،

صرف تین شخصوں کے لئے کاشت جائز ہے ایک اس کے لئے جس کی اپنی زمین هو اور وہ اس کو خود کاشت کرے، دوسرے اس شخص کے

لئے جس کو زمین منحه و عطیه کے طور پر دی گئی ہو اور وہ اس کو کاشت کرتا ہو، تیسرے اس شخص کے لئے جس نے زمین سونے چاندی کے عوض کرائے پر لی ہو،

(٦) نهانا ان یزرع احدنا الا ارضا یملك رقبتها او منیحة یمنحها رجل ،

نبی صلعم نے ہمیں روکا اس سے کہ ہم میں سے کوئی کاشت کرے سوائے دو شخصوں کے ایک وہ جو زمین کا خود مالک ہو اور دوسرا وہ جس کو کسی شخص نے زمین عطیه کے طور پر دی ہو،

(٧) نهىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم ان تستأجر الارض بالدراهم المنقودة او بالثلث و الربع ،

منع فرمایا رسول الله صلعم نے اس سے کہ زمین اجارہ پر لی جائے بعوض نقد دراهم کے یا پیداوار کی تہائی اور چوتہائی کے،

(٨) نهىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم ان توخذ الارض اجرا او حظا ،

رسول الله صلی الله علیه وسلم نے روکا اس سے کہ زمین لی جائے کاشت کے لئے (نقد کے بدلے یا پیداوار کے کسی حصه کے بدلے) نقد پر یا پیداوار کے کسی حصه پر،

(٩) نهىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم عن المخابرة قلت ما المخابرة ؟ قال ان تاخذ الارض بنصف او ثلث او ربع ،

رسول الله صلعم نے مخابرہ سے منع فرمایا، میں نے پوچھا، مخابرہ کیا ہے تو اس جواب میں فرمایا، زمین کو

پیداوار کے نصف یا تہائی یا چوتھائی
پر لینا مخابرہ ہے (یہ جواب حضرت
زید بن ثابت کا بھی ہو سکتا ہے جو
اس حدیث کے راوی ہیں)۔

یہ ہیں وہ الفاظ جو مزارعت کے عدم جواز والی احادیث میں ذکر کئے گئے ہیں، ان میں جو پہلے الفاظ ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبے میں ارشاد فرمائے جیسا کہ نسائی، ابن ماجہ اور طحاوی وغیرہ کی مندرج ذیل روائت سے ظاہر ہوتا ہے:

عن عطاء عن جابر بن عبداللہ قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال من کانت له ارض فلیزرعها او لیزرعها ولا یواجرها،

عطاء نے حضرت جابر سے روائت کیا کہ رسول اللہ صلعم نے ہمارے سامنے خطبہ دیا اور فرمایا: جس کی زمین ہو وہ اس کو خود کاشت کرے، یا دوسرے کو کاشت کے لئے دےدے اور اس اجارے وغیرہ پر نہ دے،

مختلف احادیث کے مذکورہ الفاظ صاف بتلارہے ہیں کہ وہ مزارعت کی کسی کسی خاص شکل سے متعلق نہیں بلکہ مطلق مزارعت اور اس کی ہر شکل سے متعلق ہیں، مثلاً نمبر ایک سے چار تک جو الفاظ ہیں ان میں حصر کے ساتھ یہ وضاحت ہے کہ مالک زمین اپنی زمین میں صرف تین طریقے اختیار کر سکتا ہے: ایک یہ کہ وہ اس کو خود کاشت کرے، دوم یہ کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو یونہی مفت کاشت کے لئے دےدے اور سوم یہ کہ وہ بلا کاشت اپنے پاس روک رکھے، ان تینوں طریقوں کے سوا مالک زمین کے لئے چوتھا کوئی طریقہ جائز نہیں، ظاہر ہے کہ مزارعت اور کراءالارض کی کوئی شکل

بھی ان تین طریقوں میں نہیں آتی لہذا اس سے مزارعت کی ہر شکل کا ناجائز ہونا ثابت ہوتا ہے، پھر جب کہ عبارت نمبر ایک ، دو اور تین میں صراحت کے ساتھ مزارعت کی ہر شکل کی ممانعت موجود ہے، وہ الفاظ یہ ہیں: "(۱) ولا یکریھا بالثلث ولا بالربع ولا بطعام مسمی،، '(۲) "ولا یکریھا بشئی، ،، اور تسری حدیث کے الفاظ: فنکریھا علی الثلث و الربع و الطعام المسمی، وکرہ کراہ ھا وما سوی ذالك، لہذا ان احادیث کا یہ مطلب لینا کہ ان مزارعت کی جو ممانعت ہے وہ مطلق مزارعت کی نہیں بلکہ اس کی بعض فاسد شکلوں کی ممانعت ہے، تاویل نہیں بلکہ کھلی ہوئی تحریف ہے اور توجیہ القول بما لا یرضیٰ بہ القائل کی بد ترین مثال ہے، پھر نمبر پانچ سے نو تک جو عبارتیں ہیں ان میں تخصیص کے ساتھ ان صورتوں کی تصریح ہے جو کاشتکار کے لئے جائز اور ناجائز ہیں، عبارت نمبر پانچ میں صرف تین صورتیں جائز بتلائی گئی ہیں : اول یہ کہ زمین کاشت کار کی اپنی ہو، دوم یہ کہ اس کو کسی نے منحہ اور عطیہ کے طور پر دی ہو، سوم یہ کہ اس نے وہ زمین کسی سے نقد اجارہ پر لی ہو، اور عبارت نمبر چھ میں دو صورتوں کے سوا باقی سب صورتوں کو ناجائز بتلایا گیا ہے اور وہ دو صورتیں یہ کہ زمین کاشتکار کی اپنی ملکیت ہو یا کاشتکار کو کسی نے مفت استعمال کے لئے دی ہو، عبارت نمبر سات میں تصریح ہے کہ زمین کو نہ نقد کے بدلے اجارہ پر لینا جائز ہے اور نہ پیداوار کی تہائی و چوتھائی کے عوض، یہی بات عبارت نمبر آٹھ سے بھی ظاہر ہوتی ہے، اسی طرح عبارت نمبر نو سے صاف واضح ہوتا ہے کہ زمین کو نصف یا تہائی یا چوتھائی پیداوار پر لینا ممنوع ہے اسی کا دوسرا نام مزارعت ہے، مطلب یہ کہ احادیث کے مذکورہ الفاظ سے مزارعت کی کسی خاص شکل کا نہیں بلکہ ہر شکل کا ممنوع و ناجائز ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

اسی طرح جب حضرت عبداللہ بن معقل سے مطلق مزارعت کے متعلق

پوچھا گیا کہ وہ جائز ہے یا ناجائز؟ تو انھوں نے جواب میں فرمایا:

اخبر نی ثابت بن الضحاك ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن المزارعۃ۔	مجھے حضرت ثابت بن الضحاک نے خبر دی اور بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت سے منع فرمایا ہے۔

مطلب یہ کہ جس طرح سوال مزارعت کی کسی خاص شکل کے بارے میں نہ تھا بلکہ مطلق مزارعت کے بارے میں تھا اسی طرح اس حدیث سے جو جواب دیا گیا ہے وہ بھی مزارعت کی کسی خاص شکل سے متعلق نہیں بلکہ مطلق مزارعت سے متعلق ہے، بنابریں میں یہ کہوں گا کہ جس شخص نے سب سے پہلے جمع و تطبیق کی مذکورہ شکل تجویز کی اس کے سامنے وہ تمام الفاظ نہ تھے جو ممانعت کی احادیث سے اوپر نقل کئے گئے ہیں ورنہ وہ کبھی بھی اس تطبیق کے قائل نہ ہوتے۔